قاسم یعقوب*

سلینگ اور پاکستانی زبانوں کی ثقافت سے اخذ شدہ سلینگ الفاظ کا مطالعہ

A Study of Slang Words Derived from the Culture of Pakistani Languages of the Northern Areas

Abstract:

The article discusses the importance of slang words and their equal significance alongside standard language in expressing social activities and emotions. It is divided into two parts. The first part emphasizes the crucial role of slang in linguistic communication. In contrast, the second part explores slang words in three prominent languages of the northern regions: Shīnā (شنا), Baltī (بلتی)and Khawār (کھوار). These languages have a rich reservoir of idioms and slang influenced by the local culture of the mountainous terrain. The article collected slang words through firsthand interactions with local communities in northern Pakistan, noting a noticeable Urdu influence. By highlighting the importance of slang in linguistic expression, the article sheds light on the unique linguistic landscapes of these languages, enhancing our understanding of their cultural significance.

Keywords: Slang, Pakistani Culture, Northern Areas languages, Balti, Shīnā, Khawār, Standard Language.

سلینگ اور اس کے متعلقات:

منتخب پاکستانی زبانوں میں سلینگ الفاظ کے مطالعے سے پہلے، اس سوال کا جواب ضروری ہے کہ سلینگ کیا ہے ؟ نیز سلینگ زبان کو اُس زبان یا لفظوں سے الگ کرنا پڑے گا جسے سلینگ کے قریب یا سلینگ ہی سمجھ لیا جاتا ہے۔ کینٹ، جارگن اور آگو (Argot) کو بھی سلینگ الفاظ میں شمار کر لیا جاتا ہے یا ان کے درمیان بہت کم فرق سمجھا جاتا ہے۔ اصل میں کینٹ، جارگن اور آگو تھوڑے تھوڑے معنیاتی فاصلوں کے ساتھ تقریباً ایک ہی طرح کا مفہوم رکھتے ہیں مگر یہ تمام سلینگ نہیں ہوتے۔ جارگن کسی

مخصوص شعبے کے تناظر میں وضع ہونے والی اصطلاحات کا مجموعہ ہے۔ تعلیم، صنعت، سینما، آرٹ، کھیل یا اسی طرح کے دیگر شعبوں میں ایسے الفاظ رواج پا لیتے ہیں جو اسی شعبے کے افراد سمجھتے ہیں۔ جارگن، سلینگ لفظ سے اس لیے بھی مختلف ہے کیوں کہ سلینگ عوامی بولی کے قریب ہوتا ہے اور اصطلاحی معنوں میں استعمال نہیں ہوتا بلکہ نئے جذباتی، فکری اور عوامی اظہار کی ضرورت کی وجہ سے راہ پاتا ہے جسے عوامی سطح پر قبولیت ہوتی ہے اور اس میں مستند زبان کے معنی بھی محدود سطح پر موجود ہوتے ہیں جب کہ کینٹ اور آ گو کو خفیہ زبان (Secret Language) بھی کہا جاتا ہے۔ یعنی ایسے الفاظ جو دوست احباب یا گروہ اپنے مابین ابلاغ کے لیے کچھ رائج ناموں کے متبادل بنا لیتے ہیں۔ آ گو اور کینٹ کا دائرہ بہت محدود مگر سلینگ کے قریب ہوتا ہے۔ عموماً کینٹ اور آ گو ہی بعد میں سلینگ الفاظ کے طور پر معاشروں میں رائج ہو جاتے ہیں۔ رؤف پاریکھ لکھتے ہیں:

> سلینگ ایک دفتر یا اسکول سے لے کر پورے ملک تک ایک ہو سکتا ہے لیکن کینٹ صرف زیرِ زمین دنیا سے متعلق ہے اور اس کے مخصوص حلقوں سے باہر اس کا سمجھا جانا بالعموم ممکن نہیں ہوتا جب کہ جارگن وہ تکنیکی گفتگو کے وقت استعمال کرتے ہیں اور جن کا سمجھنا اس پیشے یا شعبے سے غیر متعلقہ افراد کے لیے بہت مشکل ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر بینکنگ جارگن، کرکٹ جارگن یا کمپیوٹر جارگن کو ان شعبوں سے متعلق یا ان سے دل چسپی رکھنے والے ہی سمجھ سکتے ہیں[۱]۔

زبان کے پہلو بہ پہلو سفر کرنے والے نئے الفاظ دو طرح کے ہوتے ہیں: کینٹ اور سلینگ۔ سلینگ اور کینٹ لفظوں میں فرق کرنے کی ضرورت ہے۔ سلینگ لفظ کیا ہے؟ اوکسفرڈ ڈکشنری میں سلینگ کی یوں وضاحت کی گئی ہے:

> زبان کی وہ قسم جو ان جملوں اور لفظوں پہ مشتمل ہوتے ہیں جو بہت غیر رسمی کہلائے جاتے ہیں، جن کا استعمال لکھنے کی بجائے بولنے میں زیادہ عام ہے، اور جو روایتی طور پر مخصوص تناظر یا مخصوص افراد تک محدود ہوتے ہیں[۲]۔

سلینگ کے اردو متبادلات:

سلینگ کو سوقیانہ اور بازاری الفاظ کا مترادف تصور کیا جاتا ہے، حالاں کہ سب سلینگ سوقیانہ یا غیر مہذب جذبات کی نمائندگی نہیں کرتے۔ سلینگ ایسے جذبات، خیالات اور سرگرمیوں کی نمائندگی بھی کرتے ہیں جو استہزائی، جنسی یا نفرت پر مبنی نہیں ہوتیں؛ جیسے گرائی کرنا، گربی، گلابی اردو، ولایتی انڈے، کاغذوں میں ہونا، انگوٹھا چھاپ وغیرہ۔ یہ الفاظ نئی ضرورتوں کے تحت جنم لیتے ہیں، اس لیے ان میں غیر معیاری اور غیر رسمی استعمال تو ہے مگر سوقیانہ یا بازاری پن نہیں۔ اس لیے سلینگ کو صرف سوقیانہ کہنا بھی درست نہیں۔

شاہد حمید لفظ ”سلینگ“ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> لفظ سلینگ اٹھارویں صدی میں انگریزی میں داخل ہوا۔ شروع میں یہ بذاتِ خود سلینگ تھا۔ یہ کہاں سے آیا؟ آج تک کسی کو معلوم نہیں ہو سکا اور یہ اصلاً ہے کیا؟ اس کے بارے میں ہر شخص کا نقطۂ نظر مختلف ہے[۳]۔

سلینگ لفظ چوں کہ اردو زبان میں رائج نہیں رہا اس لیے اس کے ترجمے پر بہت زور دیا جاتا رہا۔ اس کا ترجمہ غیر ثقہ، بازاری اور عامیانہ الفاظ کیا جاتا رہا ہے۔ مگر اس کے کسی ترجمے یا متبادل کی بجائے اسے جوں کا توں اپنانے میں زیادہ سہولت ہے۔ اس میں غیر معیاری زبان کے تمام مفاہیم کو اکٹھا کر دیا گیا ہے۔ سلینگ کو "ایک زمانے تک اسے چوروں، بدمعاشوں، جرائم پیشہ افراد، ریڑی پھیری، سبزی اور پھل والوں کی زبان سمجھا جاتا رہا ہے"[۴]۔

سلینگ کیوں وجود میں آتا ہے؟

غیر رسمی اظہار سے مراد زبان کا وہ طرزِ اظہار جسے مستند زبان استعمال نہیں کر رہی یا معنی کے وہ امکانات جو مستند زبان نے ابھی قبول نہیں کیے۔ اوکسفرڈ ڈکشنری نے سلینگ کو محدود سطح پر بولے جانے والا لفظ قرار دیا ہے مگر یہ حد بندی معنیاتی سطح پر ہے کسی مخصوص گروہ کی خفیہ زبان کی طرح نہیں۔ سلینگ معنیاتی سطح پر عوامی ہونے کے باوجود مستند زبان کے الفاظ کی طرح ہمہ گیر نہیں ہوتا۔ کیمبرج ڈکشنری میں ان 'مخصوص افراد' کی وضاحت زیادہ بہتر انداز سے ملتی ہے۔

> سلینگ ایسی لغت ہے جو ایک جیسے معاشرتی گروہ یا ایک دوسرے کو اچھی طرح جاننے والے افراد کے درمیان بولی جاتی ہے۔ سلینگ بہت غیر رسمی زبان ہوتی ہے۔ یہ غصہ دلا سکتی ہے اگر جان پہچان رکھنے والوں یا حلقۂ احباب سے باہر کے لوگوں کے لیے استعمال کی جائے۔ ہم عموماً سلینگ کا استعمال لکھنے سے زیادہ بولنے کے لیے کرتے ہیں۔ سلینگ عام طور پر خاص لفظوں اور مطالب کی طرف اشارہ کرتی ہے مگر اس میں دور رَس اظہار اور محاورات ہو سکتے ہیں[۵]۔

کیمبرج میں سلینگ کے استہزائی اور غیر شستہ پن پر بھی زور دیا گیا ہے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ 'سلینگ' صرف غیر شستہ اور غیر مہذب الفاظ نہیں ہوتے۔ کیمبرج اور اوکسفرڈ دونوں لغات میں ایک چیز مشترک ہے کہ سلینگ ایسا لفظ ہے جو تحریر کی بجائے صرف تکلم تک محدود ہے۔ سلینگ کی زبانی اور تحریری حالتوں کا تجزیہ کرنے سے پہلے ہمیں یہ جاننا ہوگا کہ سلینگ کیوں ایجاد ہوتا ہے اور ایسے کیا محرکات ہوتے ہیں جو اظہار کے عوامی جذبات کو معیاری زبان میں پیش نہیں کر پاتے۔

سلینگ زبان کیا ہوتی ہے؟ کیا یہ بازاری، گھٹیا، غیر معیاری اور اخلاق باختہ زبان ہے؟ کیا سلینگ اور غیر رسمی زبان میں فرق ہوتا ہے؟ کیا ہر سلینگ بعد میں معیاری زبان (Standard Language) بن جاتی ہے؟

ان سوالوں پر تفصیل سے گفتگو سے پہلے یہاں شمس الرحمٰن فاروقی کے اُن بیانات پر بحث مناسب ہوگی جو انھوں نے لغاتِ روزمرہ کے دیباچے میں درج کیے ہیں۔ فاروقی صاحب نے لغاتِ روزمرہ کو "اُردو میں زبان کے غیر معیاری استعمالات کی فہرست و تنقید" کے ذیلی عنوان سے پیش کیا ہے۔ یعنی ایسے الفاظ و محاورات جن کے مآخذ کچھ اور ہیں اور اُردو میں آکر ان لفظوں یا محاورات کی علامتی یا معنیاتی حدود بدل گئیں۔ یہ الفاظ اپنی اصل سے کٹ کے کسی اور طرح استعمال ہو رہے ہیں۔ کچھ الفاظ کے ٹکسالی مآخذ پر بھی بحث ملتی ہے۔ مجموعی طور پر زبان کے اُس لہجے پر زور دیا گیا ہے جو معیاری زبان کا خاصا سمجھا جاتا رہا ہے۔ اس لغت میں اعراب، رسم الخط، الفاظ کی تکلمی صورتوں اور ہر لفظ کی اصل کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ یہ لغت[۶] بہت مختصر ہے اور منتخب الفاظ ہی کو

زیرِ بحث لاتی ہے۔ فاروقی صاحب نے اس ضمن میں زبان میں معیاری اور غیر معیاری الفاظ سازی اور غیر مستند زبان پر بھی تفصیلی بحث کی ہے۔ سلینگ کے ضمن میں فاروقی کی اِس بحث کے کئی نکات اہم ہیں۔ اس بحث کے چند نکات فاروقی صاحب کی زبانی دیکھیے:

۱۔ آج ہم پر دو طرح کی مصیبتیں ہیں۔ ایک یہ کہ "نئے" الفاظ کے نام پر غیر اُردو اور غیر معیاری الفاظ بے تکلف برتے جا رہے ہیں۔ اس طرح اُردو کے اصل، سبک اور معنی خیز الفاظ و استعمالات پیچھے دھکیلے جا رہے ہیں۔ یہاں تک کہ لوگ ان کے وجود سے بھی بے خبر ہو گئے ہیں اور دوسری مصیبت یہ ہے کہ معیاری اُردو کا تصور ہمارے ذہن سے محو ہوتا جا رہا ہے۔ ایک وقت تھا کہ بعض لوگ عربی اور فارسی سے بوجھل اُردو کو معیاری قرار دیتے تھے۔ وہ ایک انتہا تھی۔ آج دوسری انتہا یہ ہے کہ اُردو کے بعض ثقہ ادبا علما بھی یہ کہتے ہوئے سنے گئے ہیں کہ لوگ وہی تو لکھیں گے جو بولیں اور وہی تو بولیں گے جو وہ سنیں گے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ عوامی زبان، عامیانہ زبان، بازار کی زبان، بازاری زبان، یہ سب فرق جو اہلِ اُردو نے سیکڑوں برس کے ارتقا اور تفتیش و تفحص کے عمل کے نتیجے میں پیدا کیے تھے، اب مٹتے جا رہے ہیں۔

۲۔ نئے الفاظ اور استعمالات کو ہمارے ہاں جگہ ملنی چاہیے لیکن یہ الفاظ و محاورات، تراکیب اور استعمالات وہی ہوں جن کا مرادف ہمارے پاس نہ ہو اور جو ہماری زبان کے مزاج سے ہم آہنگ بھی ہوں"

۳۔ موجودہ ذخیرۂ الفاظ میں وسعت لانا ضروری ہے لیکن اس شرط پر نہیں کہ ایک نیا لفظ زبان میں داخل ہو تو اس کے بدلے میں ایک یا دو لفظوں کو پس پشت رکھ دینا اور بالآخر بھول جانا پڑے۔

۴۔ ایک طرف تو اچھے بھلے مستحکم اُردو لفظوں کو نکال کر اُردو تحریروں میں اخباری "ہندی" کی تاج پوشی کی جا رہی ہے تو دوسری طرف ہر بھونڈے، کم معنی خیز یا خلافِ محاورہ اور غیر ضروری دیسی یا غیر ملکی لفظ کے گلے میں اُردو کا تمغہ لٹکایا جا رہا ہے۔ لیکن اس صورتِ حال سے ہراساں ہونے کی ضرورت نہیں، نپٹنے کی ضرورت ہے۔

۵۔ زبان جاننے والوں کا فرض ہے کہ وہ نامناسب، غیر ضروری، مصنوعی، بھونڈے اور لاعلمی یا لاپروائی کی بنا پر درآمد یا اختراع کیے ہوئے الفاظ و مصطلحات کی مخالفت کریں۔ اگر واقعی غیر ضروری اور کمزور ہیں تو وہ واماندۂ راہ ہو جائیں گے۔ جن میں قوت یا محبوبیت ہے، وہ قائم رہیں گے۔ یہ عمل زبان میں چلتا رہتا ہے اور چلتا رہے گا۔

۶۔ یہ سوال اُٹھ سکتا ہے کہ جب زبان بدلتی رہتی ہے اور اس میں نئے مصطلحات، محاورات، استعمالات داخل ہی ہوتے رہتے ہیں تو پھر معیاری زبان پر اس قدر اصرار کیوں؟ اگر زندہ اور ترقی یافتہ زبانیں نئے الفاظ وغیرہ اپنے دائرے میں لاتی رہتی ہیں تو "غلط" زبان کی شکایت کیوں؟——نئے الفاظ و مصطلحات کی مثال کسی ملک میں آنے والے غیر ملکی جیسی ہے جو ہمارے یہاں شہریت حاصل کرنا چاہتا

ہے۔ نئے لوگ ملک میں آئیں، یہ اچھی بات ہے لیکن یہ دیکھنا اشد ضروری ہے کہ ان کا آنا ضروری، یا فائدہ مند ہے کہ نہیں؟ یا اگر ضروری یا فائدہ مند نہ بھی ہو تو نقصان دہ تو نہیں ہے؟ تمام نئے مشکوک استعمالات اور الفاظ پر اسی انداز سے غور کرنا چاہیے اور اگر وہ غیر ضروری یا مضر ہیں تو ان کی مخالفت کرنا چاہیے۔ یا کم سے کم اتنا ہو کہ ان کی ہمت افزائی نہ ہو۔ اگر ہمت کی کمی بلکہ گرم مخالفت کے باوجود کوئی لفظ ہمارے یہاں جم جاتا ہے تو یقیناً اس میں کوئی ایسی خوبی یا خوبصورتی ہے جس نے اسے مقبول کر دیا یا پھر وہ کوئی ایسی ضرورت پوری کر رہا ہے جس کا ہمیں احساس تھا۔[۷]

فاروقی صاحب کا مندرجہ بالا تھیسس دو حصوں پہ مشتمل ہے۔ (فاروقی شروع میں دو طرح کی "مصیبتوں" ہی کا ذکر کرتے ہیں) ایک یہ کہ نئے الفاظ و محاورات (غالب امکان ہے کہ شروع میں غیر معیاری اور مصنوعی ہی ہوں گے) کو زبان میں جگہ دی جانی چاہیے۔ دوسرا یہ کہ ان الفاظ و محاورات میں سے بھونڈے، خلافِ محاورہ اور کم معنی خیز الفاظ کے گلے میں اُردو کا تمغہ نہ لٹکایا جائے۔ اور نئے لفظ کی ہماری زبان کے مزاج سے ہم آہنگی بھی ضروری ہے ورنہ اسے قبول نہ کیا جائے۔

سب سے پہلے یہ جاننے کی ضرورت ہے کہ کیا معیاری زبان بھی کبھی غیر معیاری یا غیر ثقہ رہ چکی ہے؟ ایسے الفاظ جو اس وقت تہذیبی زبان کا "زیور" کہلائے جا رہے ہیں کیا وہ پہلے کسی مرحلے پر غیر معیاری رہ چکے ہیں یا براہِ راست معیاری زبان کا حصہ بن گئے؟ فاروقی صاحب نے اس طرح کے سوالوں سے غیر معمولی محتاط انداز اپناتے ہوئے کہہ دیا کہ "اگر واقعی غیر ضروری اور کمزور ہیں تو وہ واماندۂ راہ ہو جائیں گے۔ جن میں قوت یا محبوبیت ہے، وہ قائم رہیں گے۔" یعنی جی بھر کے ان "بھونڈے اور غیر معیاری، گھٹیا الفاظ" کی مخالفت کی جائے۔ ان کو زبان بدر کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی جائے۔ مضامین لکھیں۔ تعلیمی اداروں میں طلبا کو تنبیہ کریں کہ خبر دار ان غیر فصیح اور بازاری الفاظ سے بچیں۔ ایسے الفاظ اگر کہیں تحریر میں یا معیاری زبان میں نظر آئیں تو اُس زبان کو ہی بازاری، گھٹیا اور غیر معیاری قرار دے ڈالیں۔ مگر "گرم مخالفت کے باوجود کوئی لفظ ہمارے یہاں جم جاتا ہے تو یقیناً اس میں کوئی ایسی خوبی یا خوب صورتی ہے جس نے اسے مقبول کر دیا یا پھر وہ کوئی ایسی ضرورت پوری کر رہا ہے جس کا ہمیں احساس تھا۔"

اصل میں یہ ساری منطق ہی نرالی ہے۔ معیاری اور غیر معیاری زبان کی سرحد کو پہلے سے طے کر لیا گیا ہے۔ کب غیر معیاری زبان، معیاری زبان میں ڈھلنا شروع ہوتی ہے اور کون سی زبان غیر معیاری کے درجے ہی پر رہتی ہے اور وہیں مر جاتی ہے؟ کیا معیاری زبان کے ساتھ غیر معیاری زبان کا عمل، احسن اور زبان کی وسعت کا پیش خیمہ نہیں ہوتا؟ ان تمام سوالات کا فیصلہ کون کرے گا؟

فاروقی صاحب نے اوپر زبان کے غیر معیاری پن کو بازاری زبان، بازار کی زبان، عوامی زبان اور عامیانہ زبان میں تقسیم کیا ہے۔ یہ سارے ہی زبان کے غیر مستند لہجے ہوتے ہیں۔ جو معیاری زبان کے ساتھ ساتھ اپنا اظہار پا رہے ہوتے ہیں۔ ہم غیر مستند الفاظ یا نئی زبان کو "گھٹیا اور بھونڈی" قرار دینے میں ذرا دیر نہیں لگاتے۔ کیوں کہ اہلِ زبان کی لسانی حد بندیاں اس قدر طاقت ور عمل آرا ہیں کہ انھیں توڑنا خود کو زبان بدر کرنے کے مترادف ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ زبان کا ارتقائی عمل، ماہرین یا اہلِ زبان کے

طے شدہ راستوں کا اسیر نہیں ہوتا۔ ایک زبان میں لفظ مرتے بھی ہیں اور نئے بھی شامل ہوتے رہتے ہیں۔ محاورات پرانے ہو کے غیر مؤثر بھی ہو جاتے ہیں اور نئے محاورے نئی فکریات و سماجیات کے ساتھ زبان کا حصہ بھی بنتے رہتے ہیں۔ زبان کے مستند معیار اور غیر مستند معیار کو الگ الگ سمجھنے کی ضرورت ہے۔ جب زبان میں کوئی نیا لفظ داخل ہوتا ہے تو وہ عام طور پر اہل زبان یا زبان دانوں کے اعلیٰ معیارات سے لگا نہیں کھاتا۔ وہ پہلے پہل غیر معیاری یا غیر مستند سطح پر رائج رہتا ہے اور ایک عرصے کے بعد معیاری زبان اسے قبول کرنے لگتی ہے۔ مندرجہ بالا اقتباس میں فاروقی صاحب نے لکھا ہے کہ: ''اگر وہ غیر ضروری اور مضر ہیں تو ان کی مخالفت کرنی چاہیے۔'' اب اس کا فیصلہ کیوں کر ہو سکتا ہے کہ ایک غیر مستند لفظ یا محاورہ (میں غیر معیاری، بھونڈا، گھٹیا اور کم معنی خیز کی بجائے ''غیر مستند'' استعمال کر رہا ہوں، یعنی ایسے الفاظ جنھیں ابھی استناد نہیں ملا، زبان کا اعلیٰ معیار جسے اپنانے میں ہچکچا رہا ہے) کیسے ''غیر ضروری'' اور ''مضر'' ہے۔ شاید موجودہ حالات میں یا زبان کی موجودہ بُنت میں وہ غیر ضروری اور مضر ہوں، شاید آئندہ یہ الفاظ اعلیٰ زبان کا حصہ بن جائیں۔ غالب کا مصرع دیکھیے:

اٹھا اور اُٹھ کے قدم میں نے پاسباں کے لیے

یہ ''قدم لینا'' بمعنی ''پاؤں پڑنا'' بھی کیا ہُوا۔ یہ اظہار بھی کبھی غیر مستند ہوگا اور پھر معیاری اظہار بن گیا۔ فاروقی صاحب نئے لفظوں کی آمد کے مخالف نہیں بلکہ وہ ہمیں مشورہ دے رہے ہیں کہ غور کیا جانا چاہیے کہ کون سے مشکوک الفاظ نقصان دہ ہیں اور کون سے فائدہ مند؟ تو سوال پھر وہیں آ گیا کہ ہمیں کیسے پتا چلے گا کہ یہ لفظ مشکوک ہے اور غیر فصیح؟

اصل میں یہاں معیاری اور فصیح زبان کی صحت میں اور نئے لفظوں کے ساتھ نئے خیالات کی آمد میں فرق کرنا بہت ضروری ہے۔ معیاری زبان بولتے ہوئے عموماً اُس کی صحت کا خیال رکھنے پہ زور دیا جاتا ہے یعنی ایسی زبان جو مستند مانی جاتی ہے اسے اُسی صحت کے ساتھ بولا، لکھا اور پڑھا جائے جس کو اہلِ زبان یا اساتذہ استعمال کر رہے ہیں۔ ان میں الفاظ کا تلفظ، صوتی جمالیات اور معنیاتی حد بندی شامل ہے۔ میرے خیال میں یہ ضروری بھی ہے اور لازمی بھی۔ مگر زبان میں نئے الفاظ، نئے خیالات و تصورات (خواہ وہ کسی بھی طرح کے معنیاتی پھیلاؤ کو پیش کر رہے ہوں) کی نمائندگی کر رہے ہوتے ہیں جو مستند یا معیاری زبان کا بگاڑ نہیں ہوتے۔ سلینگ زبان مستند زبان کا بگاڑ نہیں بلکہ نئی لفظ سازی ہے۔ نئے خیالات کی سمت نمائی ہے۔ ایسے تصورات جو مستند زبان میں پیش نہیں ہو رہے، سلینگ کے ذریعے اپنا اظہار کرنے لگتے ہیں۔ مستند زبان کی صحت کی حفاظت پر سوال نہیں۔ سلینگ تو اُن خیالات یا تصورات کو پیش کرنے لگتے ہیں جنھیں معیاری یا مستند زبان پیش نہیں کر سکتی۔ اگر مستند زبان میں ہر طرح کا اظہار ممکن ہو تو سلینگ کبھی نہ بنیں۔ وقت کے ساتھ ساتھ نئے تصورات زبان میں داخل ہوتے ہیں تو سلینگ زبان اُن کی نمائندگی کرتی ہے۔ معیاری زبان کا درست استعمال اور غیر مستند زبان کا معیاری زبان میں شامل ہونا دو مختلف پہلو ہیں۔ معیاری زبان کا بگاڑ، اُس سے ناآشنائی سے جنم لیتا ہے جب کہ معیاری زبان کے ساتھ غیر مستند زبان کا ظہور، اس میں نئی معنیاتی ضرورتوں اور نئی سماجیات کے تحت نئے لفظوں کی تشکیل (Coinage) سے وقوع پذیر ہوتا ہے۔

سلینگ یا غیر مستند زبان معیاری زبان کا حصہ:

ابتدا میں غیر معیاری سمجھی جانے والی نئی زبان، نئی پنیری کی مانند ہے۔ جو پودے فطرت کا مقابلہ کر سکتے ہوں وہ خود بخود زبان کے ماحولیاتی نظام کا حصہ بن جاتے ہیں۔ فاروقی صاحب اس عمل پر نظر رکھنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ حالاں کہ یہ عمل فطری عمل ہے جسے کسی نگرانی کی ضرورت نہیں۔ کسی بھی خود رَو اور فطری عمل کی نگرانی بذات خود نقصان دہ اور مصنوعی عمل ہے۔ زبان کا غیر مستند اظہار زبان کے معیاری اظہار کے ساتھ ساتھ سفر کرتا رہتا ہے۔ جس طرح معیاری زبان عمل کر رہی ہوتی ہے کچھ اسی قسم کے غیر مستند زبان کے اصول بھی ہوتے ہیں۔ جن کو ہم ذیل میں یوں پیش کر سکتے ہیں:

۱۔ آوارہ لفظ۔ کسی دوسری زبان سے آ کر ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہونے والا لفظ (یہ ٹوٹ پھوٹ معنیاتی، صوتی، مارفیماتی اور قواعدی ہر سطح پر ہو سکتی ہے)——ایک عرصے تک زبان بولنے والوں کے ساتھ اپنی تخلیقی، تشکیلی اور تعمیری حالتوں سے گزرتا رہتا ہے اور اپنے معنیاتی اہداف متعین کرتا رہتا ہے۔ ایک وقت آتا ہے جب وہ فصاحت کے درجے کو پہنچ جاتا ہے اور زبان کا معیاری اظہار اسے جگہ دینے لگتا ہے۔

۲۔ مستند زبان میں بولے جانے والے الفاظ کی طرح آوارہ اور غیر مستند الفاظ کی بھی ثقافتی عمر ہوتی ہے۔ جسے زبان کے بولنے والے غیر مستند طور پر بولنے کے بعد مستند زبان میں خود بخود ڈھلے آتے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ مستند زبان میں بولا جانے والا لفظ اپنی عمر پوری ہونے کے بعد پھیکا اور غیر فصیح لگنے لگتا ہے اور زبان بدر ہو جاتا ہے جب کہ غیر مستند زبان میں استعمال ہونے والا لفظ اپنی عمر پوری ہونے کے بعد زبان کے معیاری لہجے کا حصہ بن جاتا ہے۔

۳۔ مستند زبان کی طرح غیر مستند زبان میں بھی بہت سے الفاظ ایسے استعمال ہونے لگتے ہیں جو ایک عمر گزارنے کے بعد اپنی فصاحت ثابت نہیں کر پاتے، عوام کا جذباتی، علمی، تہذیبی اظہار ان لفظوں میں سما نہیں پاتا۔ ان الفاظ کی ناکامی کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں۔ ان لفظوں کا کھلا پن یا اُس طبقے میں رواج پا جانا جو معیاری زبان میں کم اثر و رسوخ رکھتے ہیں یا قواعدی، صوتی یا معنیاتی حد بندیاں وغیرہ۔ یاد رہے معیاری زبان میں پہلے سے موجود الفاظ بالکل اسی طرح سے زبان سے بے دخل ہوتے ہیں اگر اُن میں مندرجہ بالا صفات ظاہر ہونے لگ جائیں۔

۴۔ غیر مستند زبان میں استعمال ہونے والے الفاظ میں ہر طرح کے الفاظ شامل ہوتے ہیں جو بظاہر گھٹیا، گندے، بھونڈے، خلافِ محاورہ، نامناسب، فحش، غیر قواعدی، غلط تلفظ اور اخباری یا بازاری الفاظ ہو سکتے ہیں۔ ہم ان میں سے کسی بھی طرح کے لفظ کو یہ کہہ کے رد نہیں کر سکتے کہ یہ لفظ مستند زبان کا کبھی حصہ نہیں بن سکتا یا اس لفظ میں اتنی طاقت نہیں کہ مستند زبان کا بوجھ سنبھال سکے۔ کیوں کہ مستند زبان تک پہنچنے کے لیے اُسے سماجی تشکیل چاہیے یا زبان کے اندر اپنی عمر کا ایک مخصوص حصہ درکار ہے۔ یہی سماجی تشکیل یا عمر کا حصہ فیصلہ کرے گا کہ کون سا لفظ زبان کا حصہ بننے کا اہل ہے اور کون سا نہیں۔ بالکل اُسی طرح، جس طرح ایک لفظ کی سماجی تشکیل کسی ایک شخص کے ہاتھ میں نہیں بلکہ پورے سماجی عمل سے گزر کے ایک لفظ اپنی

معنیاتی حدود متعین کرتا ہے۔ اہلِ زبان یا زبان دانی کے ماہر کو یہ اختیار نہیں کہ وہ کسی لفظ پر قدغن لگائے کہ اسے مت بولا جائے اور کسی لفظ کو اجازت دے کہ اسے زبان کا حصہ بنالیا جائے۔

۵۔ غیر مستند زبان، اظہار کے زبانی پیرائے تک محدود رہتی ہے یا اُن حدوں تک جہاں لسانی اظہار عوامی نوعیت کا ہو جیسے اشتہار بازی، اخباری خبریں، روزمرہ کی غیر منطقی گفتگو، بازاری لہجوں اور جذبات کے بے سروپا زبانی اظہار۔ جب کہ مستند زبان اپنا ایک معیار رکھتی ہے جو زبانی سے زیادہ تحریری حالتوں میں آشکار ہوتا ہے۔ جیسے ادب کی زبان، دفتری زبان، مجلسی آرائشی زبان، قانون کی زبان، تقریری زبان وغیرہ۔ معیاری زبان بالواسطہ یا براہِ راست تحریر سے منسلک ہوتی ہے۔ اس لیے اس کی صحت کا معیار دیکھا، سنا اور محسوس کیا جاسکتا ہے۔ غیر مستند زبان چوں کہ عوامی اور زبانی اظہار میں اپنا خام مواد تیار کرتی ہے اس لیے اسے غیر سنجیدہ سمجھتے ہوئے اس کی معیار بندی کی ضرورت محسوس نہیں کی جاتی۔

غیر مستند اور معیاری استعمال، ایک ہی زبان کے دو دھارے ہیں۔ دونوں دھارے کبھی ایک دوسرے میں شامل نہیں ہو جاتے بلکہ ایک دھارے کا کچھ حصہ، دوسرے دھارے میں، خاموشی سے شامل ہوتا رہتا ہے۔ مولوی فیروزالدین کی فیروز اللغات میں بہت سے غیر معیاری زبان کے الفاظ جمع ہیں جو اب مستند زبان کا حصہ بن چکے ہیں۔ ایک لفظ "چڑھتا" کے مختلف لسانی اظہار دیکھیے جو اُردو میں معیاری زبان کا درجہ پاچکے ہیں جنھیں فکشن، شاعری اور انشا کی زبان بغیر کسی ہچکچاہٹ کے قبول کر رہی ہے:

چڑھتا	:	(ہ۔صف) بڑھتا ہُوا۔ ترقی کرتا ہُوا۔ جوش پر آتا ہُوا۔
چڑھتا بھاؤ	:	قیمت کی زیادتی۔ گرانی
چڑھتا پٹا	:	جس زمین کا لگان بڑھتا جائے
چڑھتا جوبن	:	بڑھتا ہُوا حسن
چڑھتا ہونا	:	ترقی کرنا۔ بہتر ہونا۔ اعلیٰ ہونا
چڑھتے اترتے	:	ملتے جلتے۔ کسی قدر۔ کم و بیش۔ تھوڑے فرق سے
چڑھتے چاند	:	مہینے کا شروع۔ اگلے مہینے کے شروع میں[۸]

مولوی نورالحسن نے نوراللغات میں ایسے لفظوں کو شامل کرنے کا اشارہ دیا ہے جو زبان میں نئے خیالات کی نمائندگی کر رہے ہیں اور ابھی مستند زبان کا حصہ بھی نہیں بنے۔ وہ دیباچے میں لکھتے ہیں:

> وہ انگریزی الفاظ جو اکثر زبانوں پر آگئے اور اخبارات میں پائے ہیں، لغت میں داخل کر دیے ہیں اور تذکیر و تانیث بھی لکھ دی ہے جیسے بابالوگ، بال، بلٹی، بار، بابن لیٹ۔[۹]

یہ انگریزی الفاظ اس لیے دخل انداز ہو رہے ہیں کہ ان کا متبادل پہلے سے زبان میں موجود نہیں۔ جب یہ الفاظ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہونے لگیں گے اور انھی لفظوں کی اشتقاقی حالتوں کو نئے لفظوں میں ڈھالا جائے گا تو نئی لفظ سازی ہو گی اور نئی لغت وجود میں آتی چلی جائے گی۔ اس سارے عمل میں سلینگ لفظ سازی کا اہم کردار ہے۔

ایک غیر مستند لفظ، علمی اور تخلیقی استعمال کی مختلف جہتوں سے آشنا ہوتے ہی معیاری زبان میں شامل ہونے لگتا ہے۔ یہ مرحلہ طے شدہ وقت کا محتاج نہیں بلکہ غیر محسوس طریقہ یا استعمال ان نئے لفظوں کو تہذیبی معیار عطا کرتا ہے۔ غیر مستند زبان کا ایک رُخ ان الفاظ پر بھی مشتمل ہوتا ہے جو بہت جلد یا بدیر معیاری زبان میں شامل ہونے کی بجائے صفحۂ ہستی ہی سے مٹ جاتے ہیں۔ غیر مستند زبان کی بھی چند اقسام ہو سکتی ہیں۔ اوپر فاروقی صاحب نے ایسی زبان کو چار حصوں میں تقسیم کیا ہے:

۱۔ عوامی زبان

۲۔ عامیانہ زبان

۳۔ بازار کی زبان

۴۔ بازاری زبان

فاروقی کے ہاں ان زبانوں کے کیا معنی ہیں انھوں نے وضاحت نہیں کی۔ شاید وہ ان چاروں قسموں کو ایک ہی طرح کا سمجھ رہے ہیں یعنی غیر فصیح؛ مگر میرے مطابق عوامی زبان سے مُراد زبان کا وہ استعمال ہے جو غیر رسمی ہے، جسے زبان کے تحریری استعمال میں لاتے ہوئے ابھی عیب سمجھا جا رہا ہے۔ تاہم یہ عوامی زبان میں غیر شائستگی یا گھٹیا پن کا مظہر نہیں۔ جیسے کسی ایسے آدمی کو ”ہِلا ہُوا“ کہنا جو بہکی باتیں کرے یا ذہنی طور پر ٹھیک نہ ہو۔ یا کسی مالی طور پر کمزور آدمی کی صورتِ حال کے لیے ”پتلی حالت“ استعمال کرنا۔ ان لفظوں میں ابتذال یا گھٹیا پن نہیں اور انھیں معیاری زبان میں شامل نہیں کیا جاتا۔ یہ زبان کا عوامی اظہار ہے جو فصیح ہونے کی زیادہ گنجائش رکھتا ہے۔ اب دیکھیے عامیانہ زبان؛ یہ زبان کے عوامی اظہار سے بھی نچلا اظہار ہے جو عموماً تلفظ کی غلطی یا جملوں کے ایسے استعمال کی نمائندگی کر رہا ہوتا ہے جو ذرا سا غور کرنے پر (مستند زبان کے مطابق) غلط اور نامناسب لگتے ہیں۔ سہیل بخاری نے ایک جگہ متحد المعنی کی مثال دیتے ہوئے لکھا ہے:

> بعض الفاظ دو مختلف سنگتوں سے تعلق رکھتے ہیں مثلاً بلوانا اور منگوانا۔ بھینچنا اور دبانا۔ آدمی بلوائے جاتے ہیں اور آم منگوائے جاتے ہیں۔ ہم دانت بھینچتے ہیں، دباتے نہیں اور پاؤں بھینچتے نہیں، دباتے ہیں۔[۱۰]

بخاری صاحب کی یہ بحث تو معنی کے ضمن میں کچھ اور انداز کی ہے مگر یہاں ہمارا مقصد اُس عام زبان کا تعارف ہے جو لفظوں کے دروبست کا خیال نہیں کرتا اور معیاری یا مستند زبان کے پہلو بہ پہلو انحراف کرتے ہوئے عامیانہ زبان بنا لیتا ہے۔ چوں کہ اس طرح کی زبان پر سختی زیادہ ہوتی ہے اور لکھنا تو دور کی بات بولنے ہی میں اسے درست کرنے کی روش عام ہوتی ہے اس لیے یہ زبان بہت کم سماجی عمل سے گزرتی ہے۔ عامیانہ زبان کو درست کیا بھی جانا چاہیے تا کہ معیاری زبان میں بگاڑ پیدا نہ ہو۔ اگر یہ بگاڑ کسی نئی معنی خیزی کا موجب ہے تو یہ بگاڑ بڑھتا ہی رہے گا حتیٰ کہ نئے الفاظ میں ڈھل جائے گا۔ تیسری قسم بازار کی زبان ہے یعنی ایسی زبان جو کاروبار میں گفتگو کا حصہ ہے۔ ایسی زبان میں بہت سے الفاظ علامتی حدود میں داخل ہوتے ہیں جو رفتہ رفتہ الفاظ بن جاتے ہیں۔ بازار میں لفظوں کو توڑ مروڑ کے بولنے کی روش بھی عام ہوتی ہے۔ یوں نئے لفظ بننے کا عمل بھی اس زبان میں جاری رہتا ہے۔

بازار کی زبان سے مُرادپیشہ ورانہ جگہوں پہ بولی جانے والی زبان ہے۔ مستند زبان کے لفظوں کو وسعتِ مفہوم بھی اسی زبان میں ملتی ہے۔ ایک لفظ جو کسی اور مقصد کے لیے بولا جارہاہو مگر بازار کی زبان میں اُسی مفہوم کو نیا رُخ یا تبدیل شدہ معنی ملناشروع ہو جاتا ہے۔ آخری قسم ہے بازاری زبان کی؛ یہ زبان عموماً گھٹیا، بد تہذیبی، فحش، رکاوت، ابتذال پن کی زبان کہلائی جاتی ہے جس میں عوامی گالیاں راہ پاتی ہیں، نفرت سے بھرپور اور غلیظ اظہار کو جگہ ملتی ہے۔ عموماً بازاری زبان کو مستند زبان بیان کرنے میں ناکام رہتی ہے۔ اس لیے جذبات کا یہ اظہار ہمیشہ سے بازاری زبان میں ملتا ہے۔

اگر ہم مذکورہ چاروں زبانوں کو غیر مستند کہہ دیں تو ان سب میں ایک بات مشترک ہے کہ یہ سب معیاری زبان کی ایک کمی کے بطن سے اپنا ظہور کر رہی ہیں۔ ان چار زبانوں میں معنی، معیاری زبان میں موجود معنی کی تحریف، وسعت یارَد کے بعد وجود میں آتے ہیں۔ ان سب میں ایک یہ بات بھی مشترک ہے کہ ان کو معیاری زبان قبول نہیں کرتی۔ بلکہ بقول فاروقی صاحب ’’اس صورتِ حال سے ہراساں ہونے کی ضرورت نہیں، نپٹنے کی ضرورت ہے'''‘‘۔ گویا ان سب اظہارات کے لیے مستند زبان کا سلوک ایک جیسا ہے۔ ہم ان کو ’’سلینگ‘‘ کا نام دیتے ہیں۔ سلینگ کو صرف بازاری زبان کہنا سلینگ کو محدود سمجھنے کے مترادف ہے۔ سلینگ ہر اُس غیر ثقہ، غیر معیاری اور کم معنی خیز لہجے یا الفاظ کو کہہ سکتے ہیں جو بولنے میں آرہے ہیں مگر جسے تحریر میں نہیں لایا جا رہا۔ جو نئے خیال کے لیے تراشا گیا لفظ ہے جو معیاری زبان بیان نہیں کر پا رہی۔ (آگے پیش کردہ لغت میں موجود الفاظ و محاورات کا باریک بینی سے مطالعہ اس حقیقت کو عیاں کرتا ہے۔)

یہاں یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ اگر غیر معیاری زبان ہمیشہ ہی معیاری زبان کے ساتھ بولی جاتی ہے اور اسی غیر معیاری زبان سے بہت سے الفاظ اور محاورات معیاری زبان کا حصہ بن جاتے ہیں اور بعد میں اہلِ زبان کا تہذیبی ورثہ کہلاتے ہیں، تو غیر معیاری زبان کو کیوں نہ معیاری زبان کے ساتھ شامل کر لیا جائے اور اُس کی مخالفت اور اُسے معیاری زبان سے دور رکھنے کی کیا ضرورت ہے؟ اس کا سادہ سا جواب تو یہ ہے کہ معیاری زبان، غیر مستند یا غیر معیاری زبان کو روکنے سے زیادہ اپنی صحت کا خیال رکھتی ہے یعنی درست تلفظ، محاورے کی پابندی، نحوی ضابطوں کی پابندی وغیرہ۔ غیر معیاری زبان جو ہمیشہ ہی زبانی کلام پر مشتمل ہوتی ہے، نئے بننے والے الفاظ اور محاورات ہوتے ہیں جو ہمیشہ معیاری زبان کے ساتھ ایک فاصلے پر ہی رہ کے اپنا لسانی چکر پورا کرتے ہیں۔ مثلاً کسی ایک لفظ کو توڑ کے کسی اور انداز سے بولے جانے والا لفظ یا کسی لفظ کے معنیاتی ابعاد میں وسعت پیدا کر کے نیا بننے والا لفظ۔ کسی مستند اور معیاری لفظ کا علامتی استعمال جو مستند زبان کو قبول نہ ہو، ایسا محاورہ جو محدود پیمانے پر سمجھا یا بولا جارہا ہے وغیرہ۔ یہ سب صورتیں زبان کی غیر مستند صورتِ حال ہیں، جو استناد کی منتظر ہیں۔ سلینگ اسی وقت معیاری زبان کا حصہ بنتے ہیں، جب معیاری زبان میں اُن کی جگہ اور کمی محسوس کی جانے لگے۔ ایسا صرف اُس صورت میں ہوتا ہے جب زبان کا مستند اور غیر معیاری اظہار اکٹھے ہو جائیں یعنی معنیاتی طور پر دونوں میں کوئی فرق نہ رہے۔ بعض اوقات دونوں طرح کے اظہارات دو مختلف تجربات سے گزر رہے ہوتے ہیں۔ ہم فیصلہ نہیں کر پاتے کہ کس لفظ کو ایک ساتھ رکھیں اور کس لفظ کو نکال باہر کریں۔ اور یوں بعض اوقات بظاہر ایک جیسے اور کچھ غیر ضروری الفاظ، محاورات معیاری زبان میں شامل ہونے لگتے ہیں۔ جو پہلے پہل لگتے ہیں کہ کسی ضرورت کو

پورا کر رہے ہیں مگر جلد اُن کی اضافی حیثیت واضح ہونے لگتی ہے۔ زبان میں نیا اظہار خواہ وہ غیر معیاری راستے ہی سے زبان میں داخل ہونا چاہ رہا ہو، مستند زبان کے ساتھ اپنا نیا معنیاتی نظام قائم کرنے لگتا ہے۔ وہ رفتہ رفتہ معیاری استعمالات کا حصہ بن جاتا ہے۔

سلینگ کیوں پیدا ہوتا ہے؟

معیاری زبان کے ہوتے ہوئے سلینگ کیوں اپنا اثر پیدا کرنے لگتا ہے؟

سلینگ الفاظ پہلے سے موجود الفاظ سے آگے کا مرحلہ ہوتے ہیں۔ یعنی یہ معیاری زبان میں توسیعِ معنی کے عمل کا حصہ ہیں۔ سلینگ نئے لفظ کے طور پر رائج ہو یا کسی پرانے لفظ کی ہی معنیاتی ترمیم کے ساتھ بولا جا رہا ہو اُس کا پرانے لفظ کے ساتھ کوئی نہ کوئی رشتہ ضرور ہوتا ہے۔ مثلاً ایک سلینگ لفظ ہے ''اَڑی یا اَڑی کرنا''___ اس لفظ کا مآخذ ''اَڑنے'' سے ہے یعنی کسی بات پر اڑ جانا یا ضد کرنا، فضول میں بحث کرنا وغیرہ۔ یوں اڑنا اور اڑی اپنی معنیاتی حدود میں ایک دوسرے کے قریب رہتے ہوئے بھی ایک دوسرے سے دور ہو جاتے ہیں۔ سلینگ لفظ معیاری الفاظ کی معنیاتی توسیع ہوتا ہے جو لفظ کی داخلی اور خارجی دونوں سطح پر جاری رہتی ہے۔ ایک لفظ جب معیاری زبان میں بولا، سمجھا اور لکھا جا رہا ہو تو اس کا مطلب ہے کہ اُس کا مفہوم متعین ہے اور اُس کی معنیاتی دنیا بھی ایک خاص قسم کے سانچے میں مقید ہے۔ زبان میں معنی کا عمل کہیں ایک جگہ رُک نہیں جاتا اور نہ ہی الفاظ لسانی سطح پر سماجیاتی عمل سے کنارہ کشی اختیار کر لیتے ہیں۔ یوں تعینِ معنی سے توسیعِ معنی کی طرف سفر جاری رہتا ہے۔ لفظ جوں ہی اپنا معنیاتی دائرہ مکمل کرتا ہے وہ ایک دفعہ پھر معنیاتی حد کو خود ہی توڑنے کی سعی کرنے لگتا ہے۔ کسی بھی زبان میں نئے الفاظ کا داخلہ یا نئی اصطلاحات سازی، کسی نئے مادی یا فکری تصور یا پرانے الفاظ کی ٹوٹ پھوٹ کے ذریعے ممکن ہوا کرتی ہے۔ ڈاکٹر رؤف پاریکھ نے لکھا ہے:

> کثرتِ استعمال سے معنی کی شدت اور اظہار کا زور کھو بیٹھیں تو سلینگ الفاظ ان کی جگہ لینے کے لیے آ جاتے ہیں۔[۱۲]

گویا ہم سلینگ الفاظ کو ذیل میں یوں پیش سکتے ہیں:

۱۔ سلینگ اُن الفاظ اور محاورات کی زبان ہے جو پہلے سے موجود معنی کی توسیع ہوتی ہے۔ یہ معنیاتی توسیع جذبات کی شدت، نئے سماجی رویے، نئی مشین یا ایجاد کی نمائندگی، کسی نئے لہجے کے غلبے کے نتیجے میں وقوع پذیر ہوتی ہے۔

۲۔ سلینگ کے اندر ایک قسم کا استہزائی پن، اظہار کا ٹیڑھا پن ہوتا ہے۔ نیز اس میں قواعدی انحراف اور بعض اوقات دوسری زبان سے مستعار لفظ بگڑی ہوئی صورت میں موجود ہوتا ہے۔

۳۔ سلینگ زبان کو گھٹیا کہنا زبان کے ابلاغی وارتقائی عمل سے ناآشنائی کا نتیجہ ہے۔ گھٹیا، غلیظ، سستا اور رکیک اظہار بھی انسانی جذبات و انفعال کا لسانی اظہاریہ ہے۔ معیاری زبان جب مبتذل جذبات کا اظہار نہیں کر پاتی تو سلینگ وجود میں آتا ہے، یعنی معیاری زبان کے اظہارات میں توسیع ہونے لگتی ہے۔ ڈنڈا دینا، ہیڈ لائٹ کھولنا وغیرہ رکیک مشاہدات کو بیان کر رہے ہیں جو

معیاری زبان میں بیان کرنا ممکن نہیں۔

۴۔ سلینگ کو صرف گھٹیا اور مبتذل اظہار کہنا بھی غلط ہے۔ سلینگ اصل میں غیر مستند لسانی اظہار ہے جس میں ہر وہ لفظ یا طریقۂ استعمال آسکتا ہے جو ابھی معیاری زبان میں نہیں بولا جاتا۔ جو عوامی طور پر تو بولا جا رہا ہے مگر تحریری طور پر اسے قبول نہیں کیا گیا۔ جیسے اہلِ تشیع میں "مومن" بولا جاتا ہے۔ "شریف" کی اصطلاح اُس علاقے کے لیے استعمال ہوتی ہے جسے کسی بزرگ کی نسبت سے احترام دیا جانا مقصود ہو جیسے گولڑہ شریف، کھنڈ شریف، بھور شریف وغیرہ

۵۔ جب سلینگ کو زبانی اظہار کہا جاتا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ اسے لازماً کسی تحریر میں استعمال کیا جائے تو وہ معیاری زبان کا حصہ بن جائے گا یا معیاری زبان کو تحریر کی زبان کہنے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ زبانی زبان سے صرف اس لیے مختلف ہے کہ وہ لکھی بھی جاتی ہے۔ تحریری زبان اُس معیار بندی کا آئینہ ہے جہاں زبانی اظہار ابھی نہیں پہنچا یا اُس میں وہاں تک پہنچنے کی سکت نہیں۔ معیاری زبان کو سمجھنے، بولنے اور استعمال کرنے والے مخصوص افراد نہیں بلکہ پورا سماج ہے۔ معیاری زبان علمی، سائنسی، ادبی اور سماجی ہر سطح پر اپنا اظہار کرنے کی قوت رکھتی ہے۔ جب کہ زبانی اظہار مخصوص افراد اور ان میں بھی تعینِ معنی کے مرحلے میں ہوتی ہے۔

۶۔ ایک زبان میں استعمال ہونے والے دوسری زبانوں کے لفظوں کو عموماً بگاڑ کے یا نئے لسانی انداز سے بولنے کا رواج پڑ جاتا ہے۔ ان لفظوں کو سلینگ اسی صورت میں کہیں گے جب وہ الفاظ کسی نئے معنیاتی ابعاد کی طرف اشارہ کریں۔ جیسے "پھٹیک پڑنا، سیٹنگ ہونا، چکن، پمپ کروانا" وغیرہ وغیرہ۔

۷۔ سلینگ عوامی بولی ہے، علامتی یا اصطلاحی یا خفیہ (Code word) زبان نہیں ہوتی۔ جارگن، آگو یا کینٹ کو ان مقاصد کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جو مخصوص، محدود اور خفیہ ہوتے ہیں۔ سلینگ معیاری زبان کا پہلا عوامی اظہار ہوتا ہے جسے وقت کی تیغ اپنے فساں پر تیز کرتی ہے. اگر وہ تیز ہو جائے تو معیاری زبان میں شامل ہو جاتا ہے ورنہ ختم ہو جاتا ہے۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ جارگن، کینٹ یا آگو کا کثرت سے استعمال انھیں سلینگ کے درجے پہ لے آئے جیسے موچیوں، نائیوں، درزیوں، ڈرائیوروں، مل مزدوروں، وغیرہ کی خفیہ زبان۔

۸۔ یاد رہے کہ سلینگ، بولی (Dialect) نہیں ہوتی۔ سلینگ زبان اور بولی میں بہت فرق ہوتا ہے۔ سلینگ معنی کی توسیع یا غیر معیاری اظہار کی صورت زبان بولنے والوں میں ہر وقت جنم لیتا رہتا ہے جب کہ بولی کسی بھی معیاری زبان کی داخلی تبدیلی کا عمل ہے۔ یہ داخلی تبدیلی بڑی سطح پر تین طرح کی ہو سکتی ہیں:

۱۔ صوتی تبدیلی (Phonetic Change)

۲۔ فونیمیاتی تبدیلی (Phonemic Change)

۳۔ مستعار الفاظ سے تبدیلی (Borrowing Change)

صوتی تبدیلی لفظوں کو مختلف طرح سے بولنے سے ظاہر ہوتی ہے۔ جیسے اردو لفظ ’’نہیں‘‘ کا پنجابی متبادل ’’نئیں‘‘ ہے۔ فونیماتی تبدیلیاں لفظوں کے فونیم بدلنے سے وقوع پذیر ہوتی ہیں۔ جیسے پاکستان کو باکستان کہنا۔ دخیل الفاظ عموماً کسی ضرورت کے تحت ہی ادھار لیے جاتے ہیں مگر ان کا غیر فطری استعمال مفتوح قوم کی زبان میں زیادہ دیکھا جا سکتا ہے۔ ایسے الفاظ جن کی مقامی آبادی کو کوئی ضرورت نہیں مگر حاکم کے ساتھ سماجی روابط سے مقامی زبانوں میں آنے لگیں۔ یہ الفاظ کسی ایک جگہ، ایک طبقہ یا زبان کے مخصوص استعمال یعنی تحریری صورت میں آنے سے دوسری زبان سے تفاوت پیدا کرتے جاتے ہیں۔ یوں زبان میں نئے لہجے جنم لینے لگتے ہیں۔ بولی، نیا لہجہ کہلایا جا سکتا ہے مگر سلینگ نیا طرزِ احساس اور نئے معانی کی تخلیق ہے۔

لیوٹارڈ بلوم فیلڈ نے اپنی کتاب *Language* میں زبان اور زبان بولنے والوں کی کرداری نفسیات پر روشنی ڈالی ہے۔ یہ کتاب پہلے ۱۹۱۴ء میں علمِ زبان کا تعارف کے نام سے چھپی۔ ہمارے ہاں ابھی تک لفظ کی کرداری نفسیات پر مناسب کام سامنے نہیں آیا۔ کرداری نفسیات کا براہِ راست تعلق الفاظ کے معنی کے ساتھ ہوتا ہے۔ سلینگ کا مطالعہ کرتے ہوئے ہمیں لفظ کی معنیاتی حدوں کا تعین کرنا پڑتا ہے۔ یہ معنیاتی حد بندی ہی عموماً لفظ کے تخلیقی و تہذیبی امکانات کا پتا دیتی ہے۔ کسی لفظ کی معنیاتی وسعت یا درجہ بندی اُس لفظ کے بولنے والوں اور اُن کے سماجی حلقے کی وسعت کا انکشاف کرتی ہے۔

کیا سلینگ زبان کی کوئی سند ہوتی ہے؟

سلینگ زبان کی کوئی سند نہیں ہوتی۔ اگر کسی سلینگ کو تحریری صورت میں استعمال کر بھی لیا جائے تو یہ اس لفظ کی سند نہیں بن سکتا۔ یہ غیر معیاری زبان کا حصہ ہوتے ہیں اور ہمیشہ عوامی سطح پر بولے جاتے ہیں۔ چوں کہ اس وقت سوشل میڈیا اور پرنٹ میڈیا کا زمانہ ہے اس لیے بہت سے غیر معیاری الفاظ بطور سلینگ تحریر کا حصہ بھی بن جاتے ہیں مگر اس سے سلینگ کو سند نہیں مل سکتی۔ مثلاً عاصم بٹ نے اپنے ناول دائرہ میں ایک جگہ ’’چوتھے گئیر میں‘‘ جیسے الفاظ استعمال کیے ہیں۔[۱۳]

مگر یہ ایک سلینگ کے طور پر ہی رائج ہے۔ یہ معیاری زبان کا حصہ نہیں بن سکتے۔ اسی طرح مستنصر حسین تارڑ نے اپنے ناول خس و خاشاک زمانے میں ایک لفظ ’’فارغ‘‘ پاخانے کرنے کے معنوں میں استعمال کیا ہے۔ ’’فارغ ہونا‘‘ ہمارے ہاں رسمی طور پر استعمال نہیں ہوتا۔ تحریری اور معیاری زبان میں ’’رفع حاجت‘‘ استعمال ہوتا ہے۔ غالب امکان ہے، یہ ترکیب پہلے سلینگ کے طور پر ہی اردو کا حصہ ہو، کہیں بعد میں معیاری زبان میں حصہ بنی ہو۔

لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ سلینگ عوامی زبان ہے، اس لیے اس کی سند بھی عوام ہی ہوتے ہیں۔

انگریزی میں سلینگ الفاظ:

انگریزی زبان چوں کہ محدود نہیں اس کی سرحدیں کسی ایک جغرافیے میں قید نہیں۔ ایسی زبانیں جن میں دوسری زبانوں کی ثقافتیں دخل اندازی کر رہی ہوں ان میں سلینگ رواج پانے کا احتمال زیادہ ہوتا ہے۔ انگریزی زبان دنیا بھر میں رابطے کی زبان کے طور پر رائج ہے، اس لیے اس میں سلینگ کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ جس تیزی سے انگریزی میں سلینگ جنم لیتے ہیں، اسی

تیزی سے یہ زبان کے روزمرہ استعمال سے ختم بھی ہو جاتے ہیں۔ بہت کم سلینگ الفاظ تادیر قائم رہتے ہیں۔ معیاری زبان کا حصہ بننے کی بھی سب سے کم صلاحیت انگریزی سلینگ کے ان لفظوں کی ہے جو میڈیائی اثرات سے جنم لیتے ہیں۔ ایک خاص ضرورت کے تحت جنم لینے والے سلینگ ضرورت ختم ہوتے ہی زبان سے غائب ہو جاتے ہیں۔ یہاں ایسے الفاظ اور محاورات کی ایک فہرست دی جا رہی ہے جو انگریزی میں اس وقت بہت بڑی تعداد میں بولے جاتے ہیں:

(نوٹ: یہ الفاظ oxford international English اور umass.edu کی ویب گاہوں سے منتخب کیے گئے ہیں۔)

Taking the piss.	If you hear this being used it means one person is shocked at what another person is doing or saying.
Oh my giddy aunt.	another expression for "Oh my God!" and used to show shock or surprise
Mind your P's and Q's.	means to be on your best behavior. For example: "My parents are very conservative – mind your p's and q's.
Hammered.	the slang word used to describe someone who is very drunk? You can say someone is tipsy if they appear to be a bit drunk.
Donkey's years.	Apparently donkey's live for a long time so when someone says "I haven't seen you for donkey's " they are saying they haven't seen you in a long time.
Dishy.	used to describe someone who is attractive.
Butcher's hook.	originates from the East End of London and is a rhyme slang for take a look. [14]

AMERICAN SLANG WORDS AND PHRASES

All-ears.	When someone says "I'm all ears", they are telling you that they are listening to you, that they are giving you their undivided attention
Around-the-clock.	24/7, all day and night, non-stop
Blow or Bomb	to fail or to be unsuccessful
Blue or Have the Blues	to feel depressed or sad
Bro	a friend, often used for a masculine friend
Chill	relax
Come on	used to express frustration.
Cool (adj.)	nice, great, impressive, popular, interesting "a cool dress", "a cool guy", "a cool bar"
Couch Potato	a lazy person, one who sits on a couch and watches TV
LOL	Text acronym for 'laugh out loud'
No problem	you're welcome, not a big deal
OMG	Text acronym for 'oh my god'. Used to express surprise or excitement.
Piece of cake	easy or effortless
R.S.V.P.	Stands for a French phrase, repondez, s'il vous
Shoot the breeze	casual conversation.

The bomb	if something 'is the bomb', it is awesome
Twenty-four seven (24/7)	Non-stop, around the clock. "That place is open 24/7. It never closes".
What's up	How are you. [15]

شمالی علاقہ جات کی زبانیں اور سلینگ الفاظ

پاکستان کثیر لسانی ملک ہے جہاں (ماہرینِ علم الانسان کے مطابق) ۷۴ زبانیں بولی جاتی ہیں۔ ان میں کچھ زبانوں کے بولی ہونے کا لسانی اختلاف بھی پایا جاتا ہے، مگر یہ بات عیاں ہے کہ اس خطے میں لسانی سطح پر تنوع پایا جاتا ہے۔ یہ عمل قابلِ افسوس ہے کہ ان زبانوں پر بہت کم کام ہوا ہے۔ حتیٰ کہ اب کچھ زبانیں مر رہی ہیں۔ پاکستانی زبانوں میں ایسی زبانیں بھی ہیں جن کے بولنے والے دنیا کی بڑی زبانوں کی تعداد سے زیادہ ہیں مگر لسانی سطح پر انھیں مقامی یا علاقائی زبانیں کہہ کر نظر انداز کیا جاتا رہا ہے۔ ان زبانوں میں پشتو، سندھی، بلوچی، پنجابی، سرائیکی شامل ہیں۔ ان زبانوں کو وہ درجہ نہیں دیا جاتا جو کسی ملک میں قومی زبان کو ملتا ہے۔

اس مضمون میں کچھ پاکستانی زبانوں کے مقامی لہجوں اور ثقافتی رنگارنگی میں فروغ پاتے ان الفاظ کو اکٹھا کیا گیا ہے جو بطور سلینگ مقامی افراد کے ذہنی و فطری میلانات سے جنم لیتے ہیں۔ رفتہ رفتہ یہ الفاظ ثقافتی عمل کا حصہ بن جاتے ہیں یا مر کے ختم ہو جاتے ہیں، مگر جب تک یہ بولے جاتے رہتے ہیں ان میں ایک خاص رجحان کی عکاسی نظر آتی رہتی ہے۔

ان الفاظ کا مطالعہ ان علاقوں میں پائی جانے والی ذہنی و باطنی زندگی کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔ محاورات، کہاوتیں اور مخصوص ادبی متون میں بھی وہ زندگی نظر نہیں آتی جو ثقافتی رنگ ان سلینگ الفاظ میں جھلک دکھاتا ہے۔ یوں ان کی تمدنی اہمیت کسی طرح بھی ادبی مطالعات سے کم نہیں۔ ان الفاظ کو بنیاد بنا کر نیا تحقیقی کام کیا جا سکتا ہے۔

یہاں اگلے صفحات میں شمالی علاقہ جات کی منتخب زبانوں کا مختصر تعارف اور ان کے بولنے والوں کے سلینگ الفاظ کو پیش کیا جا رہا ہے، جو مقامی افراد سے سن کر جمع کیے گئے۔ ان کی سندی تصدیق بھی مقامی افراد سے کروائی گئی ہے۔

کھوار زبان: تعارف و جغرافیہ

کھوار پاکستان کے شمال جنوبی علاقوں میں بولے جانی والی سب سے بڑی زبان ہے۔ یہ چترال، اپر دیر، غذر، شندور، بونی کے علاقوں کے علاوہ گلگت میں بھی بولی جاتی ہے۔

کھوار زبان چترال اور اس کے علاوہ وہ علاقے جو چترال سے ملحقہ شمالی علاقہ جات میں موجود ہے، (ان میں غذر کا علاقہ شامل ہے) میں بولی جاتی ہے۔ اس کا لہجہ مختلف جگہوں پر مختلف ہے۔ اسی طرح چترال میں بھی اس کے دو تین لہجے پائے جاتے ہیں۔ بیار اور طور خو میں اس کا لہجہ ایک ہی ہے۔ دوسرا لہجہ مرکزی چترال شہر کا ہے جب کہ تیسرا لہجہ لٹپو ہے جو باقی لہجوں سے کافی مختلف ہے۔ لسانی حوالے سے چترال پر قدیم زمانوں سے فارسی کا بہت اثر رہا ہے۔ کھوار ادب پر بھی فارسی کے گہرے اثرات ہیں۔ پاکستان بننے کے بعد کھوار اردو کا اثر قبول کر رہی ہے۔ ایک عرصے تک فارسی ہی چترالیوں کی مقامی زبان رہی ہے۔ تمام خط کتابت فارسی میں ہوا

کرتی تھی۔ ان دو زبانوں کے علاوہ چینی اور ترکی کے بہت سے الفاظ کھوار میں شامل ہیں۔

چوں کہ زبان اپنے جغرافیے سے جنم لیتی ہے اس لیے ہر زبان میں جغرافیہ اور طبیعی عوامل کا اثر پایا جاتا ہے۔ کھوار زبان میں بھی اردو یا دیگر میدانی علاقوں کی نسبت طبیعی جغرافیہ کا گہرا اثر ملتا ہے۔ مثلاً وہاں سردی بہت ہوتی ہے اس لیے کھوار میں سردی کے مختلف حصوں کو مختلف احساسات کے ساتھ پیش کرنے کی صلاحیت ہے۔ علمِ لسان کا ایک اصول ہے کہ جس علاقے میں جو چیز زیادہ وافر اور مختلف شکلوں میں موجود ہو تو اس زبان میں اسی تناسب سے الفاظ بھی موجود ہوتے ہیں۔ اب سردی کو دیکھیے کھوار میں اسے پانچ چھے طرح بیان کیا جاتا ہے۔ اسی طرح سمت نمائی کے لیے کھوار میں دائیں، بائیں بہت کم استعمال ہوتا ہے۔ کیوں کہ وہاں سطح ہموار نہیں ہے۔ وہاں ڈھلوان، ہموار، پتھریلی زمین اور کھردرے راستوں کے لیے الگ الگ الفاظ ہیں جو سمت نمائی میں استعمال ہوتے ہیں۔

پاکستان کی دوسری زبانوں کی نسبت کھوار بولنے والے کم نہیں ہو رہے بلکہ نئی نسل میں یہ زبان زیادہ مقبول ہے۔ چترال میں سب سے زیادہ کھوار بولی جاتی ہے۔ کھوار کا دوسری زبانوں سے رابطہ یا مقابلہ بہت کم ہے۔ البتہ گلگت میں اردو رواج پا رہی ہے کیوں کہ وہاں تین چار بڑی زبانیں موجود ہیں۔ ایک مدت سے کھوار نے ادبی زبان کا روپ بھی دھار لیا ہے۔ اور بڑی تعداد میں کھوار زبان میں شعر و ادب لکھا جا رہا ہے۔ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کھوار کو رسم خط مل گیا ہے جس سے نوجوان زیادہ تر کھوار ہی میں لکھنا پسند کرتے ہیں۔

لوئر چترال کی طرف آئیں تو پشتو بولنے والے کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ مگر جنوب کی طرف چترال میں کھوار کے مقابلے کی کوئی بڑی زبان نہیں۔ ممتاز حسین لکھتے ہیں:

> کھوار (کھو لوگوں کی زبان) انڈو آرین زبانوں کی اس شاخ سے تعلق رکھتی ہے جسے دردی (Dardic) کہا جاتا ہے۔ دردی زبانیں پاکستان اور افغانستان کے شمال کے پہاڑی خطے کی کئی وادیوں میں بولی جاتی ہیں۔ کھوار زبان کی جنم بھومی وادی چترال کا شمالی حصہ اور خصوصاً اس کی وہ مغربی وادی ہے جسے ''کھو'' کہا جاتا ہے۔ کھو نہ صرف اس وادی کا نام ہے بلکہ یہاں کے رہنے والے بھی کھو کہلاتے ہیں۔[۱۶]

کھوار زبان اب کثیر تعداد سلینگ الفاظ کا بھی سہارا لیتی ہے۔ خاص طور پر چترال میں سیاحوں کی بڑی تعداد ہر سال سیاحت کی غرض سے آتی ہے جس کی وجہ سے اس خطے میں ثقافتی سطح پر ایک مخلوط (hybrid) کلچر پیدا ہو رہا ہے۔ اردو زبان کے بھی گہرے اثرات اس خطے کی ثقافتی سرگرمیوں میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

کھوار زبان بولنے والوں کے سلینگ

کھوار زبان بولنے والوں کا براہِ راست تعلق خیبر پختون خواہ سے ہے، اگرچہ کھوار کا دردی زبانوں کے خاندان سے گہرا تعلق ہے مگر جغرافیائی طور پر یہ پشتو سے منسلک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ چترال اور مضافات پر پشتو ثقافت کا گہرا اثر نظر آتا ہے۔ ''بونی'' شہر چترال کا ملحقہ علاقہ ہے جس میں اسماعیلی فکر سے وابستہ افراد کی کثرت ہے۔ یہاں کے چند افراد سے سلینگ الفاظ پوچھنے پر جو

معلومات ملی ان میں جدید رجحان ملتا ہے۔ بہت سے الفاظ جو پنجاب اور کراچی میں بولے جاتے ہیں یہاں بطور سلینگ رائج ہیں جن میں دو نمبر، کالی زبان والا، رونگ نمبر، جہاز، ماموں بنانا، بچہ بازی، ٹیکسی وار داتیا وغیرہ۔ چترالی رہائشیوں کے ہاں کھوار کے الفاظ میں دوسری زبانوں کے الفاظ ملا کر نیا لفظ بنانے کا رواج بھی ملتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر سال پشتو، اردو اور انگریزی کے سیکڑوں الفاظ کھوار کا حصہ بن رہے ہیں۔ مقامی افراد سے گفتگو کے دوران کچھ سلینگ الفاظ نوٹ کیے گئے جو درج ذیل ہیں:

جالی چھکیک:	جال میں پھنسانا۔ کسی کو دھوکے سے پھنسانے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ (یہاں چ نہیں بلکہ کھوار کا اضافی حرف ہے اور یائے مجہول ہے۔)
پھولوک دریک:	کسی کو اپنے دام میں لانے کے لیے مختلف حربے لالچ وغیرہ سے کام لینا۔ پنجاب میں اسے ”دانہ ڈالنا“ کہا جاتا ہے۔ (پھولوک میں دونوں واو مجہول ہیں اور دریک میں ے بھی مجہول ہے۔)
چموٹ دیک (چَ۔مُٹ۔دِک):	لغوی معنی انگلی دینا، یعنی اکسانا، ترغیب دینا، اکثر بولا جاتا ہے۔
ریشو:	لغوی معنی بیل کے ہیں، لیکن بے وقوف اور کم عقل شخص کے لیے بولا جاتا ہے۔ (یہاں ش نہیں کھوار کا اضافی حرف ہے)
پمپ دیک (پمپ۔دِک):	یعنی کسی کو غلط کام پر اکسانا، ورغلانا، ترغیب دینا۔ یہ سلینگ انھی معنوں میں پنجاب میں بھی بولا جاتا ہے۔
مدیان (مَ۔دِ۔یان):	مدیان ایک خاص گھوڑے کو کہا جاتا ہے جو تیز اور سرپٹ دوڑتا ہے لیکن یہ لفظ کھوار میں ایسی عورت کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جو چال چلن کی اچھی نہ ہو اور ہر وقت گھر سے باہر گھومنے پھرنے میں گزارتی ہو۔
ٹھسپو (ٹِھس۔پُو):	کسی کو کمزور اور بے حیثیت ظاہر کرنے کے لیے بولا جاتا ہے۔
چنگاٹو (چَن۔گَٹُو):	جھوٹ بولنے والا
کوڑوچی بیک (کُو۔ڑُو۔چی۔بِک):	لغوی معنی: چوزہ بننا۔ طاقتور شخص یا چیز کو دیکھ کر ڈر جانے والا، کمزور دل شخص کے لیے بھی بولا جاتا ہے۔
۵ یا ۳ وِنگ والے:	چترالی پوچھتے ہیں کہ تم ۵ wing والے ہو یا ۳ ونگ والے؟ ۵ یا ۳ وِنگ دراصل چترال اسکاوٹس کے یونٹ کے نام ہیں مگر سلینگ کے طور پر ۵ وِنگ سُنیوں کے لیے استعمال ہوتا ہے کیوں کہ وہ ۵ وقت نماز پڑھتے ہیں اور ۳ ونگ اسماعیلیوں کے لیے وہ ۳ وقت نماز پڑھتے ہیں۔
روڈ ماسٹری کرنا:	آوارہ گرد، یہ لفظ بالکل انھی معنوں میں پنجاب میں بھی رائج ہے۔
چوکسی:	بطور سلینگ ”خوبرو، خوش شکل“ کے رائج ہے۔

راقہ:	آوارہ گرد، غیر سنجیدہ، لاابالی اور بے پرواہ شخص کے لیے بھی بولا جاتا ہے۔
ٹینٹ بردار:	لفظی معنی ٹینٹ اٹھا کر چلنے والا، اس عورت کو طنزاً کہا جاتا ہے جس نے بھاری برقعہ پہنا ہو۔
	یہ دونوں نئے الفاظ ہیں۔ اردو اور نہ ہی کھوار میں اس طرح بولا جاتا ہے۔
سہی شیر وایار:	بس ٹھیک ہے دوست، یہ ایک کھوار جملہ ہے۔ جب کسی کی بات کو سنجیدہ نہیں لیا جاتا ہے تو یہ کہا جاتا ہے۔ مثلاً کوئی سیاست دان کہے کہ میں پاکستان کو جنت بنا دوں گا تو چترالی کہے گا کہ "سہی شیر وایار" اس کا یہ مطلب ہو گا کہ چترالی کو میری بات کا یقین نہیں آرہا اور وہ اسے ناممکن سمجھ رہا ہے۔
نائیک:	لفظی معنی حاکم یا باس کے ہیں، سلینگ کے طور پر والد کے لیے استعمال ہو رہا ہے۔
ژاؤ:	لغوی مفہوم بیٹے کے ہیں مگر سلینگ کے طور پر اپنی ملکیت میں شامل کسی پائیدار یا کارآمد شے مثلاً گاڑی، بائیک وغیرہ کے لیے کہتے ہیں۔
شا:	لغوی معنی کالے رنگ کے ہیں، مگر سلینگ کے طور پر چرس کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

شینا زبان: تعارف و جغرافیہ

شینا زبان پاکستان کے ایک وسیع خطے میں بولی جانے والی ہند آریائی زبان ہے۔ پاکستان کے شمالی علاقہ جات میں ضلع دیامر، چلاس، گلگت، اسکردو کے کچھ مقامات، ضلع غذر، ضلع اپر کوہستان اور ضلع کوہستان کے تمام علاقوں میں بولی جاتی ہے۔ پاکستان کے علاوہ ہندوستان میں جموں کشمیر کے کچھ علاقوں دراس، بٹالک، اور پاکستان کے آزاد کشمیر کی نیلم وادی میں تاؤبَٹ اور پُھلوائی تک بولی جاتی ہے۔ شینا کا تعلق دردی خاندان سے ہے جو خاص طور پر شمال میں بولی جانے والی زبانوں سے منسلک ہے۔ بنیادی لہجہ ایک ہونے کے باوجود ہر ضلع میں اس کے کئی لہجے پائے جاتے ہیں۔ اب چوں کہ شینا بولنے والے شمال تک محدود نہیں رہے، اس لیے پنجاب، کراچی اور خیبر پختون خواہ کے کچھ علاقوں میں بھی شینا زبان بولی، لکھی اور سمجھی جا رہی ہے، جس کی وجہ سے شینا میں مقامی کلچر کے ساتھ پختون، پنجابی اور سندھی کلچر کی آمیزش نظر آتی ہے۔ شینا میں دوسری زبانوں کے الفاظ بھی بکثرت ملتے ہیں۔

اس خطے کی دادری زبانوں جن میں "اُشوجو، توروالی، انڈس کوہستانی، بروشسکی، بلتی، گباری، چھلسیوٗ، گاوٗری، بٹیڑی، کلکوٹی، کیلاشہ، پالولا اور کھوار" شامل ہیں، ان سب میں لسانی اور لفظی اشتراک بھی پایا جاتا ہے۔ ممتاز منگلوی لکھتے ہیں:

> شنا اور سنسکرت کے کئی الفاظ مشترک ہیں۔ اسی طرح شنا نے اپنے اردگرد کی زبانوں سے اثر قبول کیا ہے اور ان کے الفاظ لیے ہیں۔ شنا میں بروشسکی اور بلتی کے بھی بہت سے الفاظ موجود ہیں۔ شنا کے علاقے کے ساتھ ہندکو زبان کا علاقہ (وادیٔ کاغان اور وادیٔ نیلم) ہے۔ غور سے دیکھا جائے تو بے شمار الفاظ ہندکو اور شنا میں مشترک

ہیں۔ نمونے کے طور پر چند الفاظ درج ہیں: بی (بیس)، جیبھ (زبان)، سُرنائی (شہنائی)، دند (دانت)، بانگ (اذان)، چہ (چائے)، پھاگ (انجیر)۔[۱۷]

شینا زبان گلگت اور مقامی کلچر کی نمائندہ زبان ہے۔ شینا کی لوک کہانیاں اور کہاوتیں اس خطے کی تہذیبی روایات سے گندھی ہوئی ملتی ہیں۔ شینا کو اردو رسم خط میں لکھنے کا آغاز بیسویں صدی میں ہوا۔ جس کی ابتدائی کوششیں ۱۹۶۵ء میں شجاع ناموس نے کیں۔ اب یہ زبان انٹرنیٹ کی زبان بن چکی ہے۔ متعدد ویب گاہیں شینا کی ترویج کے لیے مخصوص ہیں۔ شینا بولنے والے ملک بھر میں اپنی شناخت کے ساتھ مصروفِ عمل ہیں۔

شینا زبان بولنے والوں کے سلینگ الفاظ:

شینا گلگت کی مرکزی زبان ہے۔ چوں کہ گلگت اس علاقے کا صدر مقام بھی ہے اس لیے شینا میں دوسری زبانوں کے الفاظ بطور سلینگ اپنانے کا رواج بھی نظر آتا ہے۔ مختلف مسالک کے افراد ایک ہی جگہ باہمی بھائی چارے کے ساتھ زندگی گزارتے ملتے ہیں۔ بروشسکی اور بلتی کی سرحدیں بہت قریب ہیں، اس لیے شینا میں بلتی اور بروشسکی کے اثرات نمایاں دیکھے جاسکتے ہیں۔ اس وقت سب سے زیادہ اردو اثرانداز ہو رہی ہے۔ یہاں کچھ سلینگ الفاظ دیے جارہے ہیں جو خالصتاً گلگت شہر میں بولے جاتے ہیں:

ماں دادی تھوک:	ماں بہن کی گالیاں دینا
خانلے شووک تھروک:	شلوار اتارنا، بے عزتی کرنا
دلو:	کسی کے پیچھے دم ہلاتے پھرنے والا
ژکن سنوک:	بے وقوف بنانا
ہیٹو:	آوارہ
بوٹ والا:	فوجی
چیئی تھے چھپیوک:	بیوی کی طرح استعمال کرنا
الپیٹ ڈنڈا:	ان پڑھ آدمی
ہگوئی تھوک:	کسی کو تنگ کرنا، پنجابی میں اس خیال کے لیے "انگلی دینا" بطور سلینگ بولا جاتا ہے
چائنامال:	بے اعتباری شخص، شاہراہِ ریشم چوں کہ گلگت شہر سے گزرتی ہے اس لیے یہاں چائنا کی پراڈکٹس بہت زیادہ استعمال ہوتی ہیں۔ چائنا کی غیر پائیدار اشیا نے چائنامال کو بے اعتبار کر دیا۔ چائنامال انھی معنوں میں ہر بے اعتباری چیز کے لیے بولا جاتا ہے۔ پنجاب میں بھی "چائنامال" انھی معنوں میں لیے جاتا ہے۔
چرسی:	بدکردار، بگڑا ہوا، بے حال

ماں سہ تھوک:	گالیاں دینا
اشمیو:	شرارتی
نٹو:	بگوڑہ
تُولی:	نہایت کمزور آدمی
پشتو تھوک:	سمجھ میں نہ آنے والی باتیں کرنا، پشتو زبان اپنی گرامر اور ساخت کے حوالے سے دیگر مقامی زبانوں سے مختلف ہے اس لیے جو گلگت میں پشتو بولتا ہے اس کی باتوں کو پشتو تھوک کہا جاتا ہے۔ اس سلینگ کو ہر مشکل اور نہ سمجھ آنے والی باتوں کے لیے بطور طنز بولا جاتا ہے
نوٹ دوک:	رشوت دینا، غلط کام کرنے کی پیش کش کرنا
شوں ونئے موس:	حرام مال
شوں پھریجیک:	بہت برا حال ہونا

بلتی زبان: تعارف و جغرافیہ

پاکستان کے شمال میں بلتستان کا وسیع علاقہ موجود ہے جس کی آبادی سطح سمندر سے سات سے سولہ ہزار تک کی بلندی پر واقع ہے۔ سکردو اور کھاپلو اس علاقے کے دو اضلاع ہیں۔ سبزے کے علاوہ سنگلاخ اور خشک پہاڑوں کا ایک وسیع سلسلہ کشمیر کی وادی سے ہوتا ہوا قراقرم تک پھیلا نظر آتا ہے۔ دنیا کی بلند ترین چوٹیاں بھی اسی خطے میں واقع ہیں جن میں چھوغو بروم K-2، Masherbrum (K1) اور Gasherbrum II (K4) شامل ہیں۔

بلتستان کا دار الحکومت سکردو ہے۔ سکردو کے مشرق میں لداخ کا پہاڑی سلسلہ ہے جب کہ مغرب میں گلگت اور ہنزہ کی وادیاں ہیں۔ شمال میں چین کا صوبہ سنکیانگ ہے۔ اس خطے کی سب سے بڑی اور واحد زبان بلتی ہے۔ بلتستان کے علاقے میں بولی جانے والی سب سے بڑی زبان بلتی ہے۔

''بلتی'' زبان بنیادی طور پر ''تبتی'' زبان کی ایک شاخ کہلاتی ہے۔ خطہ بلتستان کا ایک قدیم نام ''تبت خورد'' بھی ہے جس کے معنی ''چھوٹا تبت'' کے ہیں۔ ''بلتی'' زبان کا قدیم نام ''تبتی'' تھا۔ تبتی زبان ''بلتستان، بھوٹان، نیپال کے مشرقی علاقوں، لداخ، کرگل اور چین کے صوبہ یونن، گانسو اور شنگھائی میں باہمی جغرافیائی اور تلفظ و لہجے کے فرق کے ساتھ بولی اور سمجھی جاتی ہے''[۱۸]۔

کہا جاتا ہے کہ بلتی کا اپنا رسم الخط بھی تھا۔ مگر فارسی کے ثقافتی غلبے کے بعد معدوم ہو گیا۔ ڈاکٹر بلتی قاعدہ کے مرتبین لکھتے ہیں:

> انو نے سنسکرت زبان و علوم کے مطالعے کے بعد تبتی زبان کے لیے اس کے تقاضوں کے مطابق ایک رسم الخط ایجاد کیا جو تیس حروف اور چار اعرابی علامات پر مشتمل ہے اور بائیں سے دائیں کو لکھا جاتا ہے۔ یہ رسم الخط

> بلتستان میں شاعتِ اسلام تک رائج رہا لیکن دوگدویں صدی میں اشاعتِ اسلام کے بعد بلتستان کا تبت سے روحانی اور مذہبی رابطہ منقطع ہو گیا جس نے لسانی تعلق کو بھی متاثر کیا۔۔۔اصل رسم الخط کے متروک ہونے کے بعد بلتی شاعری کی تدوین کے لیے فارسی رسم الخط کو بروئے کار لایا جاتا رہا۔[۱۹]

بلتی زبان کی مقبولیت کی ایک بڑی وجہ یہاں سیاحتی کشش بھی ہے، جس نے یہاں کے مقامی لوگوں کو روزگار کے بہترین مواقع مہیا کیے۔ بلتی زبان میں لکھنے والوں کی تعداد کسی بھی مقامی زبان سے زیادہ ہے۔

بلتی زبان بولنے والوں کے سلینگ

بلتی کے سلینگ الفاظ زیادہ تر مقامی زبان کے ہیں جو اپنی منحرف شکل میں اردو میں بولے جاتے ہیں۔ کچھ الفاظ توڑ مروڑ کے بولے جاتے ہیں مگر زیادہ الفاظ بلتی کی اصل کے ساتھ اردو میں استعمال ہوتے ہیں۔ مگر عمومی طور پر سلینگ کا استعمال بہت کم ہے۔ مقامی لب و لہجے ہی کو اپنی نفرت اور ہیجانی اظہار کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ کچھ الفاظ مندرجہ ذیل ہیں جو مقامی افراد سے سنے گئے:

سناچور:	جاسوسی کرنے والا
بیانو:	عورتوں کی طرح بزدل مرد
فروکولبا:	مفت میں کام لینے والا / مفتا لگانے والا
زگوروچولی:	حد سے زیادہ عاجزی دکھانے والا شخص
مین کھن / ژونگ کھن:	ایسا مرد جو جنسی طور پر استعمال ہوتا ہو، پنجاب میں اسے مفعول کہا جاتا ہے
ہلژنگ کھن:	بھکاری، جو ہر وقت بھیک مانگنے کی کیفیت میں نظر آئے
تھونگ کھن:	چرسی، نحیف اور بدحال شخص کے لیے بولا جاتا ہے
تھین کھن:	پنجاب میں ایسے شخص کے لیے پوڈری بولا جاتا ہے، یعنی چرسی
لورزی:	جنسی فعل انجام دینے والا، فاعل
ہرمق زنگ:	زیادہ کھانے والا، پنجاب میں اسے پیٹو بھی کہا جاتا ہے
جنمی علی:	دوسروں کے لیے کام کرنے والا
پیٹو:	یہ لفظ پنجاب میں ان معنوں میں نہیں بولا جاتا، بلتی میں پیٹو ایسے شخص کو کہتے ہیں جو پیٹ کا بڑا ہو، جس کی توند نکلی ہوئی ہو
ننا:	مفعول
خلنگ:	احمق شخص، جسے کسی چیز کا پتہ نہ ہو

بلے:	سست، کاہل
ہلتوب زے:	بہت زیادہ کھانے والا، جس کا پیٹ ہی بھر تا نہ ہو
شلوار میں بیٹھو:	اوقات میں رہو

حواشی و حوالہ جات

* (پ: ۱۹۷۹ء) لیکچرار شعبۂ اردو، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد۔

۱۔ رؤف پاریکھ، اولین اُردو سلینگ لغت (کراچی: فضلی سنز، ۲۰۱۵ء)، ۱۶۔

۲۔ شاہد حمید، ”سلینگ“، مشمولہ سہ ماہی سویرا، شمارہ ۸۹، جلد ۹ (لاہور: پبلشر ندارد، ۲۰۱۲ء)، ۸۰۔

۳۔ ایضاً، ۳۷۔

۴۔ لیلیٰ عبدی خجستہ، ”اردو میں سلینگ بنانے کے اسباب اور طریقے“، مشمولہ تحقیق نامہ شمارہ ۲۰ (۲۰۱۷ء)، ۸۸۔

۵۔ انگریزی متن:

> Slang is vocabulary that is used between people who belong to the same social group and who know each other well. Slang is very informal language. It can offend people if it is used about other people or outside a group of people who know each other well. We usually use slang in speaking rather than writing. Slang normally refers to particular words and meanings but can include longer expressions and idioms.

۶۔ راقم لفظ 'لغت' کو انگریزی لفظ 'ڈکشنری' کا متبادل سمجھتا ہے۔ صوری حوالے سے بھی لغت کو مذکر بولنا کچھ نامناسب سا معلوم ہوتا ہے۔ ڈکشنری مونث ہے تو اسی معنی کے ساتھ لغت کو بھی مونث کہنے میں کوئی قباحت نہیں۔

۷۔ لغاتِ روزمرہ (اشاعت دوم) (کراچی: آج کی کتابیں، ۲۰۰۳ء)، ۴۱-۸۱۔

۸۔ فیروز الغات (لاہور: فیروز سنز پبلی کیشنز، س۔ن۔)، ۸۲۵۔

۹۔ نور الغات (جلد دوم)، طبع سوم (اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۱۹۸۹ء)، ش۔

۱۰۔ سہیل بخاری، تشریحی لسانیات (کراچی: فضلی سنز، ۱۹۹۸ء)، ۱۶۱۔

۱۱۔ لغاتِ روزمرہ (اشاعت دوم)، ۹۴۔

۱۲۔ رؤف پاریکھ، اولین اُردو سلینگ لغت، ۱۶۔

۱۳۔ عاصم بٹ، دائرہ (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۶ء)، ۳۴۔

۱۴۔ https://www.oxfordinternationalenglish.com/dictionary-of-british-slang/۔ تاریخ ملاحظہ: ۱۲ نومبر ۲۰۲۲ء۔

۱۵۔ www.umass.edu/ipo/sites/default/files/slang ۔ تاریخ ملاحظہ: ۱۲ نومبر ۲۰۲۲ء۔

۱۶۔ www.mahraka.com۔ تاریخ ملاحظہ: ۱۹ جون ۲۰۲۳ء۔

۱۷۔ ممتاز منگلوری، مختصر تاریخِ زبان و ادب گلگت بلتستان (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۱۹ء)، ۴۴۔

۱۸۔ پاکستان کا ثقافتی انسائیکلوپیڈیا، (جلد اول شمالی علاقہ جات) (اسلام آباد: لوک ورثہ، س۔ن۔)، ۲۱۷۔

۱۹۔ بلتی قاعدہ، مؤلف، مقتدرہ قومی زبان (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۱۱ء)، ۵۔

Bibliography

Baltī Qāe ʿdah. Islamabad : Muqtadarah Qaumī Zubān, 2011.
Bukhari, Sohail. *Tashrīḥī Līsānīyāt*. Karachi: Fazli Sons, 1998.
Butt, Asim. *Dā'irā* . Lahore : Sang-i Mīl Publications, 2016.
Farooqi, Shams ur Rehman. *Lughāt-i Roẓmara*. 2nd. Karachi: Āj ki Kitābeṅ, 2003.
Hameed, Shahid. "Slaing." *Savērā* 89.9 (2012): 30.
Khajista, Laila Abdi. "Urdu Slaing Banānē kē Asbāb aur Ṯarīqē." *Tehqīq nāmā* 20 (2018).
Manglori, Mumtaz. *Mukhtasir Tārīkh-i Zūbān-o-Ādab Gilgit Baltistān*. Islamabad: Muqtadarā Qaumī Zubān, 2019.
Nayyar, Molvi Noor ul Hassan. *Nūr al-Lūghāt*. Ed. 3rd. Vol. 2. Islamabad: National Book Foundation, 1989.
Pakistan kī Saqāftī Encycleopedia . Islamabad: Lok Virsah, n.d.
Parekh, Rauf. *Āvālīn Urdū Slaing Lūghāt*. Karachi: Fazli Sons, 2015.
Molvi Firoz Uddin. *Fīroẓ Al-Lūghāt*. Lahore: Ferozsons Publications, n.d.